

رسائل و مسائل

جادو کا اثر اور علاج

سوال: آج کے دور میں جادو ٹونے کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ لوگ جادوگروں کے پاس بہت جانے لگے ہیں۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جس پر جادو کیا گیا ہو، اس کے علاج کا طریقہ بھی بتائیے۔

جواب: جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے، بلکہ جادو کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: **وَ اتَّبِعُوا مَا نَتَلُوهُمَا الشَّيْطَانُ عَلٰى مَلِكٍ سُلَيْمٍ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٍ وَ لَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفُرًا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّخْرَ** (البقرہ ۱۰۲:۲) ”اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین، سلیمانؑ کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے“۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ شیطان ہی لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور یہ کفریہ عمل ہے۔ جو فرشتے آسمان سے اُتارے گئے تھے انھوں نے بھی واضح طور پر کہا تھا کہ جادو کرنا یا سیکھنا کفریہ عمل ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جادو سیکھنے والے جو کچھ سیکھتے ہیں وہ ان کے لیے نقصان دہ ہے، فائدہ مند نہیں، اور ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں اجر و ثواب کا کوئی حصہ نہیں۔ نیز فرمایا: جادوگر میاں بیوی میں جدائی ڈالتے ہیں، مگر وہ اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جادو کفر، گمراہی اور دین اسلام سے رُوگردانی کے مترادف ہے، اگر ایسا کرنے والا اسلام کا دعوے دار ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات مہلک ترین

گناہوں سے بچو جن میں سے پہلا شرک اور دوسرا جادو۔ شرک کی طرح جادو بھی مہلک ہے، اس لیے کہ جادوگر، شیطان کی پوجا کے ذریعے ہی کامیاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ شیطان سے استعانت اور مدد طلب کرتے ہیں۔ شیطان کے نام پر نذرو نیاز اور جانور ذبح کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے دھاگوں سے گرہیں لگائیں اور ان میں پھونکیں ماریں، تو گویا اس نے جادو کیا اور جادو شرک کے مترادف ہے، اور جس نے گردن میں تعویذ وغیرہ لٹکائے وہ ان کے حوالے کر دیا جائے گا (یعنی پھر اللہ کی حفاظت اس سے اٹھ جائے گی)۔

النَّفْسُ فِي الْعَقْلِ الْفَلَقِ (۴:۱۱۳) سے مفسرین نے جادوگر نیاں مراد لی ہے جو ترکیب الفاظ پڑھ کر پھونک مارتی ہیں اور لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے شیطانوں سے مدد مانگتی ہیں۔

شریعت کی رو سے اسلامی مملکت میں جادوگر کو سزائے موت دی جاتی ہے، اس لیے کہ اس کا وجود اسلامی معاشرے کے لیے سخت مضر ہے۔ حضرت عمرؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔ لہذا نجومیوں اور کابھوں کی طرح جادوگروں کے پاس بھی جانا، ان سے قسمت کا حال پوچھنا اور ان کی بات پر یقین کرنا جائز نہیں۔

جہاں تک جادو کے علاج کا تعلق ہے تو وہ شرعی طور پر ثابت شدہ دُعاؤں اور دواؤں کے ذریعے ہونا چاہیے۔ جس پر جادو ہوا ہو، اس پر سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، نیز سورہ اعراف، سورہ یونس اور سورہ طہ کی جادو والی آیات، اور سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ علق اور سورہ ناس پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔ یہ آخری تین سورتیں تین تین مرتبہ پڑھنی چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ دو دُعاؤں بھی تین تین مرتبہ پڑھ کر دم کرنا چاہیے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اِنِّىْ اَسْـَٔلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ اَنْتَ الشَّافِىُّ لَا شِفَاۗءَ اِلَّا شِفَاۗؤُكَ لَا يُغَاۡبُكَ شِفَاۗءٌ لَا يُغَاۡبُكَ سَقَمًا۔ اور وہ دُعا اور جھاڑ پھونک جو حضرت جبریلؑ نے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کی تھی: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْوِيْكَ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ۔ اس علاج سے ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ علاج میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ دھاگے اور تعویذ گنڈے وغیرہ تلف کر دیے جائیں جن کے بارے میں یہ گمان ہو کہ ان سے جادو کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جس پر جادو کیا گیا ہو، اسے شرعی طور پر ثابت شدہ جھاڑ پھونک کرنے اور

اوراد و وظائف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر فجر اور مغرب کی نماز کے بعد تین تین مرتبہ آخری تین سورتیں اور یہ دُعا اُمُوْهُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھنی چاہیے۔ نیز ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ضرور پڑھنی چاہیے۔ صبح شام تین تین بار بِسْمِ اللّٰهِ الْمَدِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهَوَّ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پڑھنے کو معمول بنالینا چاہیے۔ پھر اللہ کے ساتھ حُسن ظن رکھنا چاہیے اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اسباب پیدا کرنے والی اسی کی ذات ہے اور وہ جب چاہے گا بیمار کو شفا بخش دے گا۔ یہ دُعا میں اور تعوذات تو اسباب ہیں شافی اللہ کی ذات ہے۔ وہ چاہے تو ان اسباب میں فوری تاثیر فرمادے۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کسی نیک آدمی سے جو قرآن و سنت کے مسنون دم کرتا ہو، اس سے دم کرانا بھی جائز ہے۔ بعض اوقات آدمی بیمار ہوتا ہے، اسے کوئی اندرونی ذہنی بیماری لاحق ہوتی ہے لیکن لوگ وہم سے اسے جادو کا اثر یا جنات کا اثر سمجھ لیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ اسی قسم کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر عبدالحنی ایڈو)

قبولیت دُعا میں تاخیر کی حکمت

س: بعض لوگ دُعا مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی، پھر وہ لمبی دُعا میں مانگنا شروع کر دیتے ہیں مگر بظاہر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس طرح شیطان کو وسوسہ اندازی اور اپنے مالک سے بدگمان کرنے کا موقع مل جاتا ہے؟ ایسے میں دُعا کی قبولیت میں تاخیر کی کیا حکمت ہوتی ہے؟

ج: اگر کسی کو ایسی صورت حال کا سامنا ہو، تو اسے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ قبولیت دُعا میں تاخیر کے پیچھے بڑی حکمتیں اور اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مالک الملک ہیں، اس کے فضل کو ٹالنے والا اور اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں، اس کے دینے یا نہ دینے پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اگر وہ دے تو یہ اس کا فضل ہے، نہ دے تو یہ اس کا عدل ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں، ہمارے بارے میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ وَوَيْبُكِي يَخْلُوْهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَّهُمُ الْخِيَرَةُ ط (القصص ۲۸: ۶۸) ”تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا

ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ: ۱- غلام اپنے آقا کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے اور پھر اپنا حق پورا ادا کرنے کا تقاضا کرے۔

۲- اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکمت کے تحت دیتا ہے اور حکمت کے تحت روکتا ہے۔ اپنی سطحی نظر میں انسان کسی چیز کو بہتر سمجھتا ہے مگر وہ اس کی حکمت کا تقاضا نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر ایسی چیزیں کرتا ہے جو بظاہر ضرر رساں لگتی ہیں مگر وہی مصلحت کا تقاضا ہوتی ہیں۔

۳- انسان کو کسی کام کے انجام کا پتا نہیں، وہ ایسی چیز مانگ سکتا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے اس میں اس کا نقصان ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَ عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لِّكُمْ ۗ وَ عَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (البقرہ ۲: ۲۱۶)۔ ”ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“ یہ آیت یہ راز بتاتی ہے کہ بندے کو اپنے مالک کو تجاویز نہیں دینی چاہئیں، اور ایسی چیزیں نہیں مانگنی چاہئیں جن کی حقیقت کے متعلق اُسے علم نہ ہو، بلکہ اسے یہ سوال کرنا چاہیے کہ مولانا! جس چیز کا آپ میرے لیے انتخاب کریں اس کا انجام بخیر فرمائیں۔ اس سے زیادہ نفع بخش کوئی سوال نہیں۔

۴- دُعا کی قبولیت میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنا جائزہ لے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے، کیونکہ بعض اوقات تاخیر مانگنے والے کے اندر پائے جانے والے کسی نقص کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ شاید اس کا کھانا پینا حرام کا ہو، شاید دُعا کرتے وقت اس کا دل غفلت کا شکار ہو، یا وہ گناہوں کا مرتکب ہو جن کی سزا دُعا قبول نہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہو۔ اس طرح قبولیت میں تاخیر کے ذریعے اسے اپنا محاسبہ کرنے اور توبہ کرنے کا موقع دیا جا رہا ہو۔ اگر دُعا فوراً قبول کر لی جاتی تو وہ اپنے نفس سے غفلت کا شکار ہو جاتا اور یہ سمجھ لیتا کہ وہ ٹھیک راستے پر ہے۔ اس طرح غرور اور غفلت اس کے لیے ہلاکت کا سبب بن جاتے۔

۵۔ بعض اوقات قبولیت دُعا میں تاخیر اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے لیے آخرت میں اجر بڑھا چڑھا کر دینا چاہتا ہے، یا اس دُعا کے حساب سے اس سے کوئی متوقع شر اور مصیبت دُور رکھنا چاہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آخرت میں بندہ دُعا کا اجر و ثواب دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں میری ایک دُعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی۔ بہر حال دُعا کا نتیجہ یقینی ہے، اگرچہ بندے کو اپنی آنکھوں سے قبولیت نظر نہ آئے تو اسے اپنے رب کے بارے میں خوش گمانی رکھنی چاہیے اور کہنا چاہیے کہ مالک نے میری دُعا اس انداز سے قبول کی ہے جسے میں نہیں جانتا۔ اسے کبھی بھی دُعا ترک نہیں کرنی چاہیے۔ دُعا کا نتیجہ ہمیشہ بھلائی اور خیر و برکت کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔ (ع-۱)

نجات کی بنیاد اسلام؟

س: ایک موقع پر ایک صاحب نے دوران گفتگو ایک حدیث بیان کی۔ روزِ قیامت رب العالمین انسان کے بارے فیصلہ کچھ اس طرح کریں گے کہ ایک انسان کی نماز آئے گی، اور اس کی نجات کے لیے سفارش کرے گی۔ اسی طرح روزہ، قرآن اور دوسرے اعمالِ صالحہ اس کی نجات کے لیے سفارش کریں گے لیکن رب العالمین ان تمام اعمال کو ایک طرف کھڑا ہونے کا حکم دے کر فرمائیں گے کہ آج میں نے فیصلہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر نہیں بلکہ اس انسان کے اسلام پر کرنا ہے۔ پھر اسلام کو بلا کر اس کے نتیجے کو دیکھ کر نجات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ یہاں 'اسلام' سے کیا مراد ہے؟ پھر نماز اور دوسرے اعمال کی تاکید کا کیا مقصد ہوا؟

ج: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے مضمون پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حدیث میں اسلام کی بنیاد پر فیصلے کا جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس بات کو دیکھا جائے گا کہ ایک انسان پورے دین کو مانتا ہے یا نہیں، اس کے ہر حکم کے سامنے سرخم تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ اِنْ خُلُوْا فِي السَّلَامِ كَافَّةً پورے اسلام میں داخل ہوا جاؤ پر عمل کیا ہے یا نہیں؟ یا صرف اسلام کے چند احکام کو جو اس کو پسند آئے انھیں قبول کیا اور ان پر عمل کیا، باقی کو نظر انداز کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفْتُوهُنَّ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُونَّ بِبَعْضِهِ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنكُم مَّا إِلَّا
 جُزْءًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْتَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ مَا اللَّهُ
 بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ (البقرہ ۸۵:۲) ”کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور
 دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور
 کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف
 پھیر دیے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو“۔ قرآن پاک کی اس
 آیت کریمہ میں یہودیوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے کچھ احکام کو مانتے تھے اور کچھ کا
 انکار کرتے تھے۔

یہی طرزِ عمل اب مسلمانوں نے بھی اختیار کیا ہوا ہے۔ کچھ لوگ چند عبادات کو دین
 سمجھ کر کے ان پر عمل کرتے ہیں لیکن اسلام کے باقی حصے کو دین ہی نہیں سمجھتے۔ اسی وجہ سے وہ کلمہ
 بھی پڑھتے ہیں، نمازیں بھی ادا کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور حج کے لیے بھی جاتے ہیں لیکن
 باقی دین کو ترک کر دینے میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ حدیث میں انھی لوگوں کی مذمت کی گئی ہے کہ اس
 قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے۔ نماز، روزے اور دیگر اعمال کے فضائل اور جو تاکید کی گئی
 ہے اس کا فائدہ بھی انھی لوگوں کو ملے گا جو پورے دین کو مانتے اور اپناتے ہیں اور اسلامی نظام کو
 ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسرے تمام نظاموں کو مٹا کر اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ کا
 اس حدیث پر اشکال درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (مولانا عبدالملک)